مرتبہ: مکرم سلطان احمد عامر صاحب

دینی، ایمانی اور قومی و ملی غیرت کے چند واقعات

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس چیز سے جتنی زیادہ محبت ہوگی اس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ یہاں تک کہ جان پر کھیل جانا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

دینی و ایمانی غیرت کا مظاہرہ بھی ایسی ہی ہستیاں کیا کرتی ہیں جن کو اپنے دین اور اپنے ایمان سے حقیقی اور سچی محبت ہوتی ہے گویا دین اور ایمان ان کے لئے اولاد کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی حفاظت پر ان کو مامور کیا گیا ہو۔ جب تک خدا تعالیٰ کا کسی کو عرفان نصیب نہ ہو اس وقت تک اس کے دین سے محبت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ محبت جتنی شدید ہوگی اس سے اتنا ہی شدید ایمانی اور دینی غیرت کا مظاہرہ دیکھنے میں آئے گا جس میں کوئی تکلف دکھائی نہیں دے گا بلکہ وہ فطری جذبہ ہوگا جو کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوگا۔ وہ بظاہر کمزور نظر آنے کے باوجود ایسا حملہ کرے گا جیسے زخمی شیر کو کوئی کمزور سمجھ کر چھیڑ دے اور اس کو اپنی جان کے لالے پڑ جائیں۔

میں خدا کا شیر ہوں

خدا کے مامور خدا کے شیر ہوتے ہیں۔ خدا ہی ان کی طاقت کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود کی دینی و ایمانی غیرت کا ایک ایمان افروز واقعہ درج ذیل ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

’’حضرت مسیح موعود پر 1906ء میں مخالفین کی طرف سے ایک کیس چلایا گیا اور جس مجسٹریٹ کے سامنے یہ کیس پیش ہوا وہ آریہ تھا۔ اسے لاہور بلا کر آریہ لیڈروں نے قسم دلوائی کہ اس مقدمہ میں مرزا صاحب سے پنڈت لیکھرام کا بدلہ ضرور لینا ہے اور اس نے اپنے لیڈروں کے سامنے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔

خواجہ کمال الدین صاحب کو رپورٹ پہنچی کہ اس مجسٹریٹ کو لاہور بلا کر قسم کھلائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف رکھتے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے آپ سے کہا کہ کسی نہ کسی طرح اس مقدمہ میں صلح کر لی جائے۔ کیونکہ یہ پکی بات ہے کہ مجسٹریٹ کو لاہور بلا کر اس سے وعدہ لیا گیا ہے کہ وہ ضرور سزا دے۔ اور اس نے سزا دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ حضرت مسیح موعود لیٹے ہوئے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ بات لمبی کرتے تھے۔ انہوں نے کہا حضور مجسٹریٹ ضرور سزا کر دے گا اور سزا دے دے گا۔ بہتر ہے کہ فریق ثانی سے صلح کر لی جائے۔

حضرت مسیح موعود کہنیوں پر سہارا لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خواجہ صاحب خدا تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان بات ہے؟ میں خدا تعالیٰ کا شیر ہوں وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ دو مجسٹریٹوں میں سے جو اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر تھے۔ ایک کا لڑکا پاگل ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اسے لکھا (وہ حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کا مامور نہیں مانتی تھی) کہ تم نے ایک مسلمان فقیر کی ہتک کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک لڑکا پاگل ہو گیا ہے اب دوسرے کے لئے ہوشیار ہو جاؤ۔

وہ تعلیم یافتہ تھا اور ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا اس نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا دوسرا لڑکا دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ وہ دریائے راوی پر گیا وہاں نہا رہا تھا کہ مگر مچھ نے ٹانگ پکڑ لی اس طرح وہ بھی ختم ہو گیا۔

وہ مجسٹریٹ حضرت مسیح موعود کو اس قدر تنگ کرتا تھا کہ مقدمہ کے دوران میں سارا وقت آپ کو کھڑا رکھتا۔ اگر پانی کی ضرورت محسوس ہوتی تو پینے کی اجازت نہ دیتا۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے پانی پینے کی اجازت مانگی مگر اس نے اجازت نہ دی۔ بعد میں اس کی یہ حالت ہوئی کہ اس نے خود مجھ سے دعا کے لئے درخواست کی۔‘‘

حقیقی دین سے محبت کی آگ دوسری ہر محبت کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اس محبت کی آگ سے ایک شعلہ نور دل پر اترتا ہے جو روحانیت کو گرماتا ہوا عشق سے جنون میں تبدیل ہو جاتا ہے جہاں دشمن سے پہنچنے والی ہر تکلیف لذت میں بدل جاتی ہے اور تمام خطرات سے بے نیازی عطا کی جاتی ہے۔

میں تمہاری وجہ سے محمد ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیان فرماتے ہیں:

’’رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک بچہ تھا بارہ تیرہ سال اس کی عمر تھی کہ وہ مسلمان ہو گیا وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بچہ تھا لیکن چونکہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس کے ماں باپ سخت متعصب تھے اس لئے جب کھانا کھانے کا وقت آتا تو اس کی ماں اس کے آگے اس طرح روٹی پھینک دیتی جس طرح کتے کے آگے روٹی پھینکی جاتی ہے۔ برتن میں وہ اس لئے رکھ کر نہ دیتی کہ اس طرح برتن پلید ہو جاتا ہے۔

آخر جب وہ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہا تو اسے ماں باپ نے گھر سے نکال دیا اور کہا یا تو محمد (ﷺ) کے پاس جانا چھوڑ دے یا گھر سے چلا جا۔ اس نے گھر چھوڑ دیا اور غالباً حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلا گیا۔ سال ہا سال کے بعد وہ واپس آیا۔ اس کی ماں کو پتا چلا تو اس نے کہلا بھیجا کہ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں مجھے آکر مل جاؤ۔ وہ چھوٹی عمر کا بچہ تھا جب وہ اپنے والدین سے جدا ہوا پھر وہ اپنے والدین کا اکلوتا بچہ تھا وہ سال ہا سال اپنے گھر سے باہر رہنے کی وجہ سے خیال کرتا تھا کہ شاید اس کی ماں کے دل میں نرمی پیدا ہو گئی ہو گی مگر جب وہ اپنی ماں سے ملنے کیلئے گیا تو اس نے بڑے پیار سے اپنے بیٹے کو گلے لگایا اور کہا۔ بیٹا اب تو امید ہے کہ تم اس صابی کے پاس نہیں جاؤ گے۔ وہ صحابیؓ فوراً علیحدہ ہو گیا اور اس نے کہا۔ اماں میں نے تو سمجھا تھا کہ میرے دور جانے کی وجہ سے تمہارا بغض دور ہو گیا ہو گا مگر تمہاری کیفیت تو اب تک وہی ہے۔ میں تمہاری وجہ سے محمد ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کہہ کر وہ نوجوان اس وقت گھر سے نکل گیا اور پھر اس نے کبھی اپنی ماں کا منہ نہیں دیکھا۔ پس حقیقی عید وہی ہے جس میں انسان کو عمل میں لذت محسوس ہونے لگے اور وہ خدا کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کی آگ میں کودنے کے لئے تیار رہے اور کبھی ترک عمل کے قریب بھی نہ جائیں۔

دین اور ایمان کی غیرت ایک سچے مومن سے وہ کچھ کرواتی ہے جس کا عام طور پر سوچنا بھی محال ہے۔ دینی اور ایمانی غیرت کے مقابل پر آنے والی ہر محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے خواہ مال کی ہو یا اولاد کی۔......

کیونکہ یہی دو بڑی چیزیں ہیں جن سے انسان سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہے لیکن اللہ کے بندوں کی عجیب شان ہے کہ وہ خدا کی محبت اس کے دین اور ایمان کے درمیان آنے والی ہر چیز کو ردی کی طرح اٹھا کر پھینک دیتے ہیں اور ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

میں ضرور مار ڈالتا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیان فرماتے ہیں۔

’’رسول کریم ﷺ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے لڑکے عبدالرحمٰن بھی موجود تھے یہ بعد میں مسلمان ہوئے ہیں۔ پہلے کچھ مدت تک مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ اور بدر یا احد کی جنگ میں کفار کی طرف سے لڑے تھے۔ دوران گفتگو حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگے۔ ابا جان اس جنگ میں جب فلاں جگہ سے آپ گزر رہے تھے تو میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر کھڑا تھا۔ اور میں اگر چاہتا تو آپ کو مار دیتا کیونکہ اس وقت میری تلوار آپ تک پہنچ سکتی تھی مگر میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا اور کہا اپنے باپ کو کیوں ماروں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر میری نظر تجھ پر پڑ جاتی تو میں تجھے ضرور مار ڈالتا۔

یہی ابراہیمی مقام ہے۔ ابراہیم کو بھی خدا نے کہا قربانی کر اور وہ قربانی کے لئے تیار ہو گیا اور یہاں بھی خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا اگر تمہیں اپنے ماں باپ، اپنے بیٹے، اپنے رشتہ دار، اپنے مکان اور اپنے اموال خدا اور اس کے رسولؐ سے زیادہ پیارے ہیں تو تمہیں میری طرف سے کوئی انعام نہیں مل سکتا بلکہ تم پر میرا عذاب نازل ہوگا۔ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی آواز کو سنا اور پھر جیسا کہ خدا نے ان سے مطالبہ کیا تھا انہوں نے اپنے ماں باپ کو قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو قربان کر دیا۔‘‘

غصہ انسانی فطرت کا بنیادی حصہ ہے عام طور پر غصہ برا سمجھا جاتا ہے اور اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی شان کے متعلق فرمایا ہے والکظمین الغیظ کہ وہ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ مگر یہی غصہ جب برمحل ہو اور نفسیات سے پاک ہو تو نیک نتائج کا حامل اور اخلاق فاضلہ میں شمار ہوتا ہے۔ غصہ انسانی فطرت کا عکاس ہے۔ کسی کی غصہ کی حالت اس کی اندرونی کیفیت کی تصویر ہے جو اس کے اچھے اخلاق اور برے اخلاق کی آئینہ دار ہے۔ دینی و ایمانی غیرت بھی غصہ کی ایک شکل ہے۔

جاہلیت کے عمر اور تھے اور اسلام کے عمر اور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیان فرماتے ہیں۔

’’بعض لوگوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آجاتا ہے۔ بعض کی تو یہ عادت ہوتی ہے اور بعض ایسی عادت بنا لیتے ہیں۔ ایسی عادت بنانا تو بہت بری بات ہے لیکن بعض کو اپنی طبیعت کے لحاظ سے غصہ آجاتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت جلالی تھی۔ باوجود اس کے کہ آپ نے اسلام لانے کے بعد ایسی تبدیلی پیدا کی جو دوسروں کیلئے نمونہ تھی۔ بعض اوقات آپ کی طبیعت میں بے حد جوش پیدا ہو جاتا۔ مگر ایسا جوش دین کے متعلق ہوتا تھا دنیا کی باتوں کے لئے نہ ہوتا تھا۔ اور وہ بھی کبھی کبھی۔ ورنہ جاہلیت کے زمانہ میں ان کی جو حالت تھی وہ بالکل اور تھی۔ اور اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا تھا کہ جاہلیت کے عمر اور تھے اسلام کے عمر اور اسلام لانے کے بعد جب کبھی آپ کی طبیعت میں جلال پیدا ہوتا تو وہ رنگ نظر آجاتا۔

ایک دفعہ ایک یہودی کا ایک مسلمان سے جھگڑا

ہوگیا۔مسلمان نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہا آپ فیصلہ کر دیں۔آپ کو بھی قاضی مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ مسلمان منافق تھا۔اس نے خیال کیا حضرت عمرؓ جوشیلی طبیعت رکھتے ہیں اور مسلمان پرور ہیں وہ ضرور میرے حق میں فیصلہ کریں گے۔یہودی نے اس موقع پر کہا اچھا آپ ہی فیصلہ کر دیں مگر یہ شخص محمد (ﷺ) کے پاس گیا تھا اور ان کا فیصلہ اس نے نہیں مانا اب آپ کے پاس آیا ہے۔حضرت عمرؓ نے کہا اچھا یہ کہہ کر آپ گھر گئے اور جا کر تلوار لے آئے اور مسلمان سے کہنے لگے۔تم نے رسول کریم ﷺ کا فیصلہ نہیں مانا اب میں تلوار سے تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔‘‘

دینی اور ایمانی غیرت کا منبع محبت الٰہی عشق رسول اور حقیقی دین سے والہانہ محبت ہے اس منبع سے پھوٹنے والا غصہ بھی خدا تعالیٰ کو بہت پیارا ہے۔نبی پاک ﷺ نے جس طرح صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نفوس فرمایا اس کی ایک درخشندہ مثال حضرت علیؓ کی ہے۔جو محبت الٰہی اور دینی و ایمانی غیرت کی صحیح ترجمانی کرتی ہے ہے یہ مثال نفسانی جذبات پر مکمل دسترس اور رضائے باری تعالیٰ کو مقدم رکھنے کی نہایت اعلیٰ اور شاندار عملی تصویر ہے۔

نفس کا غصہ

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک دشمن کو لمبی جد و جہد کے بعد زیر کر لیا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور تلوار سے گردن اڑا دینے کے قریب تھے کہ بغض کی وجہ سے دشمن اسلام نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔حضرت علیؓ نے اس کو چھوڑ کر الگ ہوگئے۔وہ دشمن بہت حیران ہوا کہ یہ کیا ہوگیا؟ اس نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے تو اپنا آخری وقت سمجھتے ہوئے لاچاری میں اپنی شدید نفرت کا اظہار کیا ہے۔پھر مجھے چھوڑ کر الگ کیوں ہوگئے تمہیں تو اور بھی غصہ آنا چاہئے تھا اور مجھے بے دردی سے قتل کرنا چاہئے تھا۔حضرت علیؓ نے فرمایا اگر اس کے بعد میں تمہیں قتل کر دیتا تو میرے نفس کا غصہ بھی شامل ہو جاتا اور میرا اجر ضائع ہو جاتا کیونکہ میں تو خدا کیخاطر لڑ رہا تھا۔یہ اخلاقی معجزہ دیکھ کر اس کا پتہ پانی ہوگیا اور توحید و رسالت کی گواہی کے گن گانے لگا یعنی مسلمان ہوگیا۔

میری تو دوسری آنکھ بھی خدا کی راہ میں نکلنے کیلئے تیار ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیان فرماتے ہیں:

’’کیا ہی خوشی کا مقام تھا ان (صحابہ) کیلئے خدا کی راہ میں کسی تکلیف کا برداشت کرنا اور کس مسرت سے وہ ان مصائب کو برداشت کیا کرتے تھے۔اس کیلئے حضرت عثمان بن مظعونؓ کا ایک واقعہ نہایت ہی دردناک اور ایمان افروز ہے۔......جو اس امر کو واضح کرتا ہے کہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں کس خوشی سے تکلیف برداشت کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک بہت بڑے رئیس کے لڑکے تھے۔ان کا باپ بچپن میں فوت ہوگیا تھا اور وہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ مسلمان ہوگئے۔مکہ میں جس طرح اور مسلمانوں پر ظلم کئے جاتے تھے اسی طرح عثمان بن مظعونؓ کو بھی مختلف مظالم کا تختۂ مشق بنایا جاتا تھا۔آخر ایک دفعہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں۔چنانچہ وہ اس ارادہ سے جا رہے تھے کہ انہیں ایک رئیس نے دیکھ لیا جو ان کے باپ کا دوست تھا۔اس نے ان سے پوچھا کہ عثمان کہاں کی تیاریاں ہیں۔انہوں نے کہا مکہ والوں کے ظلم سے تنگ آ کر میں حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں۔وہ رئیس چونکہ ان کے باپ کا دوست تھا اس لئے کہنے لگا عثمان میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو مکہ چھوڑ کر چلا جائے۔میں تیرے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا تو آج سے میری پناہ میں آجا۔تجھے مکہ والے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔

عربوں میں دستور تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص کسی کو اپنی پناہ میں لے لیتا تو پھر اس پر کوئی شخص ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔انہوں نے کہا بہت اچھا۔عام طور پر یہ دستور تھا کہ خانہ کعبہ کی مسجد میں جا کر اعلان کر دیا جاتا کہ میں فلاں کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔اس دستور کے مطابق وہ بھی خانہ کعبہ کی مسجد میں گیا اور اس نے یہ اعلان کر دیا کہ عثمان آج سے میری پناہ میں ہے۔چنانچہ اس کے بعد وہ آرام سے زندگی بسر کرنے لگے اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ ان پر ہاتھ اٹھائے۔

ایک دن وہ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے بعض غلام صحابہ کو دیکھا کہ ان کے پاؤں میں رسیاں بندھی ہیں۔لڑکے انہیں پتھروں پر گھسیٹ رہے ہیں۔انہیں مارتے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں تم کہو لات و عزیٰ بھی اپنے اندر خدائی صفات رکھتے ہیں اور محمد (ﷺ) نعوذ باللہ جھوٹے ہیں مگر وہ اس کے جواب میں یہی کہتے اشھد ان لاالہ الاّاللہ......عثمان نے جب ان کی یہ قربانی دیکھی تو اسی وقت وہ واپس لوٹے اور اس رئیس سے جا کر کہنے لگے کہ اپنی پناہ واپس لے لو۔اس نے کہا کیوں؟ کیا تمہارا دماغ پھر گیا ہے؟ میں نے اگر پناہ واپس لے لی تو تمہیں سخت تکلیف پہنچے گی۔وہ کہنے لگا ہاں یہ مجھے معلوم ہے مگر میں نے آج اپنے بھائیوں کو اس اس طرح مظالم کا شکار ہوتے دیکھا ہے اور میری غیرت اس امر کو برداشت نہیں کر سکتی کہ میں تو تمہاری پناہ میں رہوں اور وہ لوگ تکلیفیں اٹھائیں۔جو ان کا حال ہے وہی میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔چنانچہ اس نے پھر خانہ کعبہ کی مسجد میں جا کر اعلان کر دیا کہ اے لوگو! میں نے عثمان سے اپنی پناہ واپس لے لی ہے اب میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔کچھ دنوں کے بعد حج کا موسم آیا اور عرب میں قاعدہ تھا کہ حج کے موقع پر مکہ میں بڑے بڑے خطیب اور شعراء اکٹھے ہوتے جو لیکچر دیتے اور اشعار سناتے۔عرب کے ایک مشہور شاعر لبید گزرے ہیں جنہوں نے بعد میں اسلام بھی قبول کر لیا تھا وہ اس موقع پر ایک بہت بڑی مجلس میں اپنا قصیدہ سنا رہے تھے اور تمام رؤسا واہ واہ کہہ رہے تھے۔لبید اس زمانہ میں عرب کے سب سے بڑے شاعر سمجھے جاتے تھے۔شعر سناتے ہوئے انہوں نے ایک مصرعہ یہ پڑھا الاکل شئی ء ماخلا اللہ باطل یعنی سنو! خدا تعالیٰ کے سوا دنیا کی سب چیزیں فانی ہیں۔انہوں نے یہ مصرعہ پڑھا تو حضرت عثمانؓ کہنے لگے واہ واہ کیا اچھا مصرعہ کہا ہے تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔کیونکہ اس مصرعہ میں توحید کا مضمون پایا جاتا تھا وہ تصدیق کرنے سے رک نہ سکے۔لبید یہ سنتے ہی بگڑ گئے اور انہوں نے کہا کہ اے مکہ کے لوگو! کیا تم میں اب کوئی ادب باقی نہیں رہا۔میں بڑی عمر کا آدمی ہوں اسی نوّے سال میری عمر ہو چکی ہے۔سارا عرب میرے اشعار کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتا ہے اور میرا کلام اپنے اندر ایسے محاسن اور حکمتیں رکھتا ہے کہ سب لوگ اس کی قدر کرتے ہیں۔ایسی صورت میں کیا تم سمجھتے ہو میرے کلام کو درست قرار دینے کیلئے ایک انیس سالہ لڑکے کا داد دینا کوئی وقعت رکھتا ہے اور کیا وہ اگر میرے کلام کو درست قرار دے گا تو وہ درست ہوگا اور اگر وہ ٹھیک نہیں کہے گا تو وہ ٹھیک نہیں ہوگا۔اس لڑکے کا میرے اس مصرعہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ٹھیک ہے یہ بھی میری ہتک ہے۔میرے شعر اس چھوٹے سے لڑکے کی تصدیق کے محتاج نہیں ہیں۔چنانچہ سب نے اسے ڈانٹا کہ لڑکے آرام سے شعر سن۔درمیان میں تو کیوں بولتا ہے۔وہ خاموش ہوگئے۔اس کے بعد اس نے اگلا مصرعہ پڑھا کہ وکل نعیم لامحالہ زائل اور ہر نعمت یقیناً آخر تباہ ہو جائے گی۔اب پھر عثمان بول پڑے اور کہنے لگے یہ بالکل جھوٹ ہے۔جنت ہمیشہ قائم رہے گی۔جو شخص عثمانؓ کے ایک مصرعہ کو ٹھیک کہنے پر ناراض ہوگیا تھا تم سمجھتے ہو کہ جب اس کے دوسرے مصرعہ کو جھوٹ کہہ دیا گیا تو وہ کس قدر ناراض ہوا ہوگا۔اس نے شعر پڑھنا بند کر دیئے اور کہا کہ اب میں کوئی شعر نہیں سناؤں گا۔اب مکہ شریفوں کی جگہ نہیں رہا اور یہاں کسی کی عزت محفوظ نہیں۔اس کا یہ کہنا تھا کہ لوگوں میں جوش پیدا ہوگیا اور سب عثمان بن مظعونؓ کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں اتنا مارا اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہوگئے۔اسی دوران ایک شخص نے زور سے ایک آنکھ پر گھونسہ مارا جس سے ان کی آنکھ کا ڈیلا نکل کر باہر آ گیا۔اس مجلس میں وہ رئیس بھی موجود تھا جو عثمانؓ بن مظعون کے والد کا دوست تھا۔ایک طرف اس پر اپنی قوم کا رعب تھا اور دوسری طرف اس کے اپنے ایک پرانے دوست یعنی عثمانؓ کے والد سے جو تعلقات تھے وہ اسے یاد آ گئے اور اس نے خیال کیا کہ عثمانؓ کا باپ اس سے کیسا سلوک کیا کرتا تھا مگر آج اس کے بیٹے کی کیا حالت ہو رہی ہے۔اس شش و پنج کی حالت میں جیسے کسی کے نوکر بچے کو جب اس کے آقا کا کوئی لڑکا مارتا ہے تو ماں اپنے آقا کے لڑکے کو تو مار نہیں سکتی الٹا اپنے بچہ کو مارتی ہے کہ تو وہاں کیوں گیا تھا اور درحقیقت وہ محبت کی مار ہوتی ہے۔اسی طرح ان کے باپ کا وہ دوست کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا عثمان میں نے نہیں کہا تھا کہ تو میری پناہ میں سے نہ نکل۔

اب تھا تو وہ غصہ مگر اس کا موجب درحقیقت وہ محبت تھی جو اسے اس کے باپ سے تھی۔مطلب یہ تھا کہ تو میری پناہ سے نکلا تو آج مجھے بھی یہ دکھ دیکھنا پڑا کہ تیری ایک آنکھ نکل گئی۔

حضرت عثمانؓ نے آگے سے جواب دیا چچا! تم اس ایک آنکھ کا ذکر کرتے ہو میری تو اس راہ میں دوسری آنکھ بھی نکلنے کیلئے تیار ہے۔یہ وہ قربانیاں تھیں جو خدا تعالیٰ کیلئے انہوں نے کیں اور پھر دو سال کے اندر اندر ان کی تلواروں کے نیچے ان کے دشمنوں کی گردنیں آ گئیں۔اور وہی سردار جو رسیاں باندھ باندھ کر انہیں گلیوں میں گھسیٹا کرتے تھے ایسے ذلیل ہو گئے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔‘‘

خدا نے معجزہ دکھا دیا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک غیر ملکی مبائع احمدی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’کچھ دن مربی کی صحبت میں رہنے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ احمدی ہوگیا۔ہمارے مربی انچارج کہتے ہیں کہ جب میں وہاں چندہ لینے گیا تو اتفاقاً وہ شخص اس شہر میں آیا ہوا تھا۔وہ مجھے ملا اور کہنے لگا آپ یہاں کیسے تشریف لائے ہیں۔میں نے اسے اپنی آمد کا مقصد بتایا اور کہا کہ عیسائیوں نے اپنے پریس میں ہمارا اخبار شائع کرنے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر تمہارے خدا میں کوئی طاقت ہے تو اسے چاہئے کہ وہ کوئی معجزہ دکھائے اور تمہارا اپنا پریس جاری کر دے۔پس میں علیحدہ پریس لگانے کے لئے چندہ اکٹھا کرنے آیا ہوں۔اس پر وہ احمدی دوست کہنے لگا مولوی صاحب! یہ تو بڑی بے غیرتی ہے کہ اب ہمارا اخبار ان کے پریس میں چھپے۔آپ یہاں کچھ دیر انتظار کریں میں ابھی آتا ہوں۔اس کا گاؤں قریب ہی تھا وہ وہاں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر اس نے پانچ سو پاؤنڈ کی رقم مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ پریس کے سلسلہ میں یہ میرا چندہ ہے۔‘‘

☆............☆............☆

مکرم اویس احمد نصیر صاحب

مکرم عبدالنور الجابی صاحب آف دمشق

سرزمین شام میں راہ مولیٰ میں قربان ہونے والے احمدی نوجوان

مکرم عبدالنور الجابی صاحب کا تعلق ملک شام کے شہر دمشق سے تھا۔ آپ کی پیدائش 1989ء کی ہے۔ آپ نے پسماندگان میں والدین اور ایک ہمشیرہ چھوڑی۔ آپ کو 31 دسمبر 2013ء کو گرفتار کیا گیا۔ ان کی شہادت کی خبر ان کے اہل خانہ کو 22 فروری 2016ء کو ملی۔ شہید مرحوم مکرم سلیم الجابی صاحب (دمشق کے پرانے احمدی) کے پوتے تھے۔

ولادت باسعادت

آپ کی والدہ ڈاکٹر ھالۃ تفاحہ صاحبہ بیان کرتی ہیں۔

1988ء میں دوران حمل میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت اقدس میں بغرض دعا خط تحریر کیا اور درخواست کی کہ بچہ کا نام تجویز فرما دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے جوابی خط آنے سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہسپتال میں ہوں اور میرا بیٹا پیدا ہوا ہے اور اس سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں اور مجھے کہا گیا کہ یہ تمہارا بیٹا ہے اور تم نے نور کو جنم دیا ہے۔ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا خط موصول ہوا جس میں آپ نے نومولود کا نام عبدالنور رکھا تھا۔ میں اس وقت بہت خوش ہوئی۔ وہ اب واقعی نور کی مملکت کا حصہ ہے''۔

دینی علوم کے حصول کا شوق

آپ کے دادا مکرم سلیم الجابی صاحب بیان کرتے ہیں۔

''عبدالنور میرے ساتھ بہت وقت گزارتا تھا اور دینی سوالات کرتا اور پوچھتا کہ یونیورسٹی میں کس طرح لوگوں کو جواب دینا ہے اور ان کے شبہات ختم کرنے ہیں۔ بیشک شام کے جنگی حالات میں نوجوانوں کے اپنے بزرگوں سے دوری اور مغربیت کی طرف مائل ہونے، نے ان میں ایک بے دینی کی فضاء پیدا کر رکھی تھی اور ایسے نوجوانوں نے اسے اخلاقی برائیوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے مضبوط ایمان کی وجہ سے ان سے متاثر نہ ہوا۔ اس کے اخلاق اور اوصاف تمام لوگوں کی نظروں کا مرکز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھی خلقت سے نوازا اور اسے پاک رکھا وگرنہ معاشرہ میں ایسے بہت مواقع تھے کہ وہ برائیوں میں مبتلا ہوجائے''۔

ذہین اور عقل مند طفل

آپ کی ہمشیرہ ھبۃ النور الجابی صاحبہ بیان کرتی ہیں۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا بھائی بہت سی خصوصیات کا مالک تھا۔ مجھے اس کی ذہانت پر بہت حیرانگی ہوتی تھی اور اس کو مشکل معاملات کو حل کرنے کا خاص ملکہ تھا۔ بچپن سے ہی الیکٹرک سے متعلق کام کرنے کا شوق تھا۔ ایک خاموش طبع طفل تھا مگر بلند ہمت اور عقلمند تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو ہر وقت باتوں میں لگے رہتے ہیں بلکہ وہ اپنے تمام کاموں کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میری عمر 11 سال تھی اور عبدالنور تقریباً 10 سال کا تھا۔ ایک دن میں صبح سویرے اٹھی تو عبدالنور ٹی وی کے پرزے کھول کر بیٹھا تھا اور خاموشی سے ٹی وی کو ٹھیک کرنے میں لگا تھا اور پھر نئے طریق سے سارے پرزے دوبارہ لگائے اور ٹی وی ٹھیک کرلیا۔ میں عبدالنور کے اس کام سے بہت حیران ہوئی۔ جب ہم ایام طفولیت میں تھے تو میرے والدین کو اعلیٰ تعلیم کے لئے ملک شام سے باہر جانا پڑا تب ہماری تربیت کی ذمہ داری ہمارے دادا اور دادی کے ذمے آ گئی اور انہوں نے یہ ذمہ داری احسن طریق پر ادا کی۔ میرے دادا عبدالنور کی صلاحیتوں کو بڑے غور سے دیکھتے اور انہیں مزید پروان چڑھانے کی کوشش کرتے اور کبھی یہ نہ ہوا کہ آپ نے اس کی کسی صلاحیت کو نظر انداز کیا بلکہ اس کا بھرپور ساتھ دیا کرتے تھے۔ میرے بھائی نماز باجماعت بہت باقاعدگی سے ادا کرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا اسے پسند تھا۔ بچپن سے ہی سخت جان تھا اور یہ عادت آگے چل کر شدید حالات میں اس کے بہت کام آئی''۔

ہمارا بھائی ہمارا نگران

آپ بیان کرتی ہیں۔

''میری والدہ جب ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر کے واپس آئیں تو ہمیں سعودیہ جانا پڑ گیا۔ ایک دن گھر میں بجلی خراب ہوگئی اور اس خرابی کا سبب پتہ نہیں لگ رہا تھا اور ان دنوں ہمارے امتحانات جاری تھے جن میں ہم بہت مصروف تھے۔ اس وقت نور کی عمر 13 سال تھی۔ میری والدہ نے مکینک کو بلایا۔ مکینک نے مشورہ دیا کہ بجلی کے محکمہ میں جا کر شکایت درج کروا کر آئیں مگر وہ آپ کو اندر جانے نہیں دیں گے کیونکہ آپ عورت ہیں۔ کسی مرد کو آپ کے ساتھ جانا چاہیے۔ عبدالنور اس مکینک کے ساتھ سخت گرمی میں دفتر گیا اور مسئلہ کو حل کروا کر آیا باوجود اس کے کہ اس کے امتحانات ہو رہے تھے اور ایک مشکل پیپر بھی تھا۔ اس وقت سے ہمارا بھائی ہمارا نگران بن گیا''۔

مکرم عبدالنور الجابی صاحب آف دمشق

رشتہ داروں سے حسن سلوک

آپ مزید بیان کرتی ہیں۔

''عبدالنور نے جب یونیورسٹی سے اپنی تعلیم مکمل کی تو میرے چچا نعیم الجابی صاحب کو نظر بند کر دیا گیا۔ ان کی ایک بیوی اور دو بچے ہیں۔ یہ واقعہ بہت افسوسناک تھا۔ ان کی دمشق میں ایک کمپنی ہے۔ میرے بھائی کے دوستوں نے جنگ کی وجہ سے ملک چھوڑ دیا مگر عبدالنور نے ایسا نہ کیا بلکہ چچا نعیم کا کاروبار سنبھالا اور تباہی سے بچا لیا۔ حالانکہ وہ خود بہت تھوڑی اجرت لیتا اور زیادہ پیسا چچا کے بچوں اور وہاں کام کرنے والوں کو جاتا تھا۔ جب میرے بھائی نے کمپنی سنبھالی تو کمپنی نے بہت ترقی کی اور مشینری میں بہت بہتری آئی۔ تمام لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ میرا بھائی دیوانہ وار کام کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ نور سے پوچھا کہ کیا اس نے ملک شام چھوڑنا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں نہیں میں اپنے چچا کے بچوں کا مستقبل خراب نہیں ہونے دوں گا۔ وہ دن میں 12 گھنٹے سے زیادہ کام کرتا۔ گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ دوستوں کی مدد بھی کرتا۔ اس کے پاس اپنے لئے وقت ہی نہ تھا یہاں تک کہ اسے اپنی شادی کے بارہ میں سوچنے کا وقت نہ ملا''۔

آپ کی چچی مکرمہ لبنیٰ امۃ الخبیر صاحبہ اہلیہ مکرم نعیم الجابی صاحب بیان کرتی ہیں۔

''بچپن میں دلچسپ اور شرارتی بچہ تھا مگر اس کی شرارتیں کسی نقصان کا سبب نہیں ہوتی تھیں۔ بہت شرمیلا تھا۔ بچپن سے ہی الیکٹرونک چیزوں کے ساتھ لگا رہتا تھا اور ان کے ساتھ کھیلتا تھا۔ جب اپنی والدہ کے ساتھ سعودیہ میں تھا تو والدہ نے اسے موبائل، کمپیوٹر وغیرہ خرید کر لے دیا تھا اور ان چیزوں نے الیکٹرونک کی فیلڈ کا مزید شوق پیدا کر دیا۔ کم گو تھا۔ اس کے دادا اسے صحت کی حفاظت کا کہتے رہتے تھے تو ورزش بھی کرتا تھا۔ خاندان میں جب کسی نے موبائل، کمپیوٹر یا کوئی الیکٹرونک چیز خریدنی ہوتی تو اس سے مشورہ کرتے۔ جب کبھی ہم اکٹھے ہوتے تو سیاست کے بارہ گفتگو نہ کرتا۔ اپنے چچا ندیم کی کمپنی کو تباہی سے اس نے ہی محفوظ رکھا تھا اور اس سلسلہ میں اپنے دادا سے مشورے لیتا تھا''۔

ہنس مکھ اور محبت کرنے والی شخصیت

آپ کی ہمشیرہ ھبۃ النور الجابی صاحبہ بیان کرتی ہیں۔

''ہر چیز کو خود ہی ٹھیک کرنے کی کوشش کرتا تھا اور ہمیں بھی مختلف ہنر سکھاتا تھا۔ اس کی یہ عادت نہ تھی کہ اسے کوئی کام کہا جائے اور وہ انکار کر دے۔ وہ اپنوں اور غیروں ہر ایک کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہردلعزیز شخصیت تھی۔ مختلف مجالس میں اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا اور میں لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے محبت کے جذبات دیکھ کر ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بچے بھی اس سے محبت کرتے تھے اور اس کی علمی قابلیت اور یونیورسٹی میں اعلیٰ کارکردگی دیکھ کر میری والدہ کو کہتے تھے کہ ہماری بھی دلی خواہش ہے کہ ہم عبدالنور جیسے ہو جائیں اور یہ بات میری والدہ کے لئے بہت باعث مسرت ہوتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نور بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔ بہت غیرت مند انسان تھا۔ جب میری شادی کا وقت آیا اس وقت نور موجود تھا وہ میرے خاوند کے ساتھ بہت پیار و محبت کے ساتھ پیش آیا۔ میرے خاوند عبدالنور کے ساتھ گزارا ہوا وقت نہیں بھولتے۔ میرا بھائی خوش مزاج، مزاح کرنے والا اور ہنس مکھ شخص تھا۔ اختلافی معاملات اور سیاسی معاملات میں نہیں پڑتا تھا اور اگر کوئی سخت بات بھی ہوتی تو اسے مزاح کا رنگ دے دیتا۔ اسی حالت میں میں نے اسے یوکے آتے ہوئے چھوڑا تھا مجھے اس کی مسکراہٹ اور گلے لگانا یاد ہے۔ میں اس کی جدائی اور ملک شام کے حالات کی وجہ سے بہت روتی تھی اور میرا دل کہتا تھا کہ میں اس کو نہیں مل سکوں گی۔ مجھ سے جدا ہوتے ہوئے جب مجھے ملا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگا ''اب میں آپ کا کمرہ استعمال کرسکوں گا اور آرام سے سوسکوں گا''۔ میں مسکرائی۔ اور یوکے پہنچ کر بھی باقاعدہ رابطہ میں رہے۔ میرے ساتھ فون پر بھی بہت محبت سے پیش آتا اور میرے خاوند کا احترام کرتا۔ جس وقت وہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اس وقت میری والدہ کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور میں سوچتی تھی کہ نور جب تک زندہ ہے اس وقت تک والدہ سے اس کا الگ ہونا بہت مشکل ہے خواہ اس کی شادی ہوجائے''۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

مزید بیان کرتی ہیں۔

میرے بھائی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ جانوروں کا خیال اور دیکھ بھال کرتے تھے۔ عبدالنور اپنے تاثرات اور غم کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ جب کبھی غصہ آتا تو اپنے کمرے میں چلا جاتا اور کچھ لکھنا یا ڈرائنگ بنانا شروع ہو جاتا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ عبدالنور اپنے والد کی جدائی جو بوجوہ ہم سے الگ رہنے لگے تھے یا ان ذمہ داریوں کی وجہ سے جو عبدالنور کے کندھوں پر آن پڑی تھیں بہت غمگین رہنے لگا تھا۔ حیوانات کے ساتھ بہت پیار و محبت اور نرمی کا سلوک کرتا تھا۔ ہم نے گھر میں کچھ پالتو جانور رکھے تھے جن میں طوطا، چڑیا، خرگوش اور بلی وغیرہ شامل تھے۔ عبدالنور بہت سا وقت ان کے پنجروں کو صاف کرنے اور ان کے ساتھ کھیلنے میں لگاتا تھا جس سے وہ خوش ہوتا تھا۔ مجھے اس کے جانوروں کو زیادہ وقت دینے پر غصہ آتا تھا۔ ایک واقعہ میں نہیں بھولتی کہ جب عبدالنور کا ایک پرندہ مر گیا تو بہت غمگین ہوا اور شدت غم کی وجہ سے بہت رویا۔ اس دن یہ ظاہر ہوا کہ باوجود اتنے دلیر ہونے کے میرا بھائی بہت حساس اور نرم دل ہے۔

گرفتاری اور خوابیں

آپ مزید بیان کرتی ہیں۔

جس دن میرے بھائی کو گرفتار کیا گیا۔ مجھے کسی نے اس بارہ میں کوئی اطلاع نہ دی۔ قدرتی طور پر میرا دل بہت غمگین تھا یہاں تک کہ میرے خاوند نے مجھے تسلی دینی شروع کر دی اور مجھے بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ تین دن کے بعد مجھے بتایا گیا کہ میرا بھائی گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس سے قبل میں نے دو خوابیں بھی دیکھی تھیں۔

پہلی خواب یہ تھی کہ میں اپنے شوہر کے ہمراہ سڑک کے کنارہ کھڑی ہوں، ایک بس آتی ہے میں اور میرے شوہر اس میں سوار ہو جاتے ہیں۔ بس کا ڈرائیور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص کو کہتا ہے کہ تمہیں معلوم ہے کہ ایک شخص جیل میں ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مسیح کا ظہور ہو گیا ہے اور اس نے فلاں فلاں دعویٰ بھی کیا ہے۔ مجھے اس کی اس بات سے بہت تعجب ہوا اور سوچا کہ شاید یہ کسی مربی کے بارہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اچانک میرا بھائی اسی بس میں سوار ہوتا ہے تو ڈرائیور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو کہتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق میں بات کر رہا تھا۔ میں بھائی کو دیکھ کر بہت حیران ہوئی کیونکہ وہ بھی دعوت الی اللہ کیا کرتا تھا۔ گاڑی نے ہمیں ایک خوبصورت گاؤں میں اتارا۔ مجھے اس جگہ کا علم نہ تھا۔ میں نے بھائی کی طرف دیکھا تو وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ اس نے فوجی لباس پہنا ہوا تھا اور پیٹھ پر ایک سفری بیگ تھا۔ مجھے گلے لگایا اور کہا ”ھبہ میں تمہیں الوداع کہنا چاہتا ہوں کیونکہ میں ایک سال کے لئے سفر پر جا رہا ہوں“۔ میں نے اس سے کچھ نہ پوچھا کہ کہاں اور کس مقصد کے لئے جا رہے ہو۔ مگر میں اس کے ساتھ زور سے لگ گئی اور کہا اللہ تمہارے ساتھ ہو۔

دوسری خواب میں نے یہ دیکھی کہ ہم عبدالنور کی دعوت ولیمہ کا انتظام کر رہے ہیں اور اس کی شادی ایک پاکستانی عورت سے ہو رہی ہے مگر میں نے خواب میں عبدالنور اور اس پاکستانی عورت کو نہ دیکھا۔ میرے گھر والے دعوت کے ٹیبل کے آس پاس بیٹھے ہیں اور ٹیبل مختلف قسم کے کھانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس ٹیبل کے ساتھ انگوروں کا ایک درخت تھا اور بہت پُرسکوں اور اطمینان کا ماحول تھا گویا کہ میں نے اس سے قبل کبھی اتنا سکون محسوس نہیں کیا جب میں سویرے اٹھی تو بہت خوف محسوس کر رہی تھی کیونکہ خواب میں کسی گمشدہ کی شادی دیکھنے سے مراد موت ہوتی ہے۔

تعزیت

پھر بیان کرتی ہیں۔

عبدالنور کی وفات اس کے اساتذہ، رشتہ داروں، دوستوں سب کے لئے بہت بڑے صدمہ کا باعث تھی۔ مجھے سعودیہ، امریکہ، یورپ اور جن لوگوں کو میں جانتی تھی یا نہیں جانتی تھی ان کے روتے ہوئے تعزیتی فون موصول ہوئے۔ آخری مرتبہ جو عبدالنور سے میری بات ہوئی تو کہنے لگا ”اگر میں سچا احمدی ہوں تو مجھے دوسروں سے درگزر کرنا سیکھنا چاہئے“۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ایک لمبی جنگ کے بعد جس نے ہمارے گھر والوں کو کمزور کر دیا تھا، وہ ایک مضبوط مرد بن گیا اور اس کی روحانی حالت بہتر ہو گئی۔ اس تعجب کا اظہار میں نے اپنے خاوند سے کیا۔

والدہ کا حوصلہ

والدہ نے عبدالنور الجابی کی وفات کے بعد ایک جگہ تحریر کیا کہ

”آج میرا نور ایک اعلیٰ نور کی طرف چلا گیا۔ آج میں نے اپنی امانت خدا کے سپرد کر دی ہے“۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مورخہ 18 مارچ 2016ء کے خطبہ میں شہید کا ذکر فرمایا اور نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

”یہ اپنے ماحول اور جاننے والوں میں بہت خوش اخلاق اور شریف الطبع اور نرم خو اور ملنسار مشہور تھے۔ طبیعت میں سختی بالکل نہیں تھی۔ صحت مند اور مضبوط جسم کے مالک تھے“۔

غزل

سینوں سے ماہِ فکر کے ہالے نکال کر
اب کیا کرو گے گھر سے اُجالے نکال کر

سوچا ہے! کس طرح سے سجاؤ گے بزم کو
محفل سے ایسے لوگ نرالے نکال کر

تم کو بھی اپنے حسن دلائل کا زعم ہے
بیٹھے ہیں ہم بھی حق کے حوالے نکال کر

تم کو تھا جگ میں اپنی اتھاہ پستیوں کا خوف
تم خوش ہوئے نگر سے ہمالے نکال کر

دیکھو! زمین تا بہ فلک چاہتوں کے رنگ
اپنی خرد سے جہل کے جالے نکال کر

کب رہ سکو گے تم بھی یاں امن و سکون سے
دنیا میں نفرتوں کے رسالے نکال کر

کس نے کہا یہ تم سے کہ منت کریں گے ہم
محفل میں پھر سے ہم کو بلا لے نکال کر

خود بھی پیو، پلاؤ جہاں کو کہ لائے ہم
لبریز بادہ خانے سے پیالے نکال کر

عبدالصمد قریشی

اسیران راہ مولیٰ

اے اسیرِ راہِ مولیٰ تیری عظمت کو سلام
تیرے اخلاص و وفا اور تیری جرأت کو سلام

کر رہا ہے تُو رقم تاریخ اپنے ہاتھ سے
لاکھ تیرے حوصلے اور استقامت کو سلام

خواجہ عبدالمومن